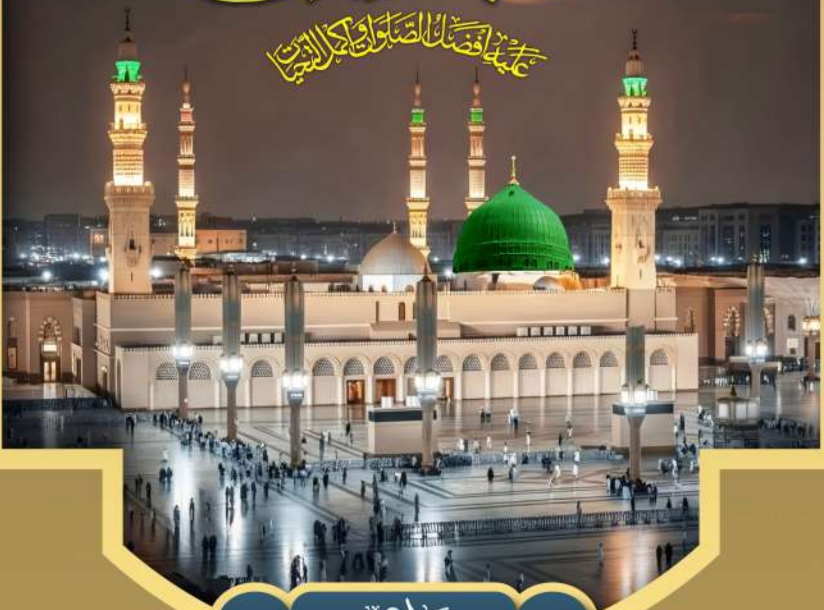
اے خاصۂ خاصانِ رُسُل

تضمین بر عرض حال

بجناب سرورِ کائنات

علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات



شاعر

خواجہ الطاف حسین حالی

تضمین نگار:

ڈاکٹر سید شاہ التفات امجدی چشتی صابری

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ چشتیہ

خانقاہ حضور شیخ العالم قدس سرہ ردولی شریف یوپی الہند

حق حق حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خاصۂ خاصانِ رُسل

تضمین برعرض حال بجناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات

شاعر

خواجہ الطاف حسین حالیؔ

تضمین نگار

ڈاکٹر سید شاہ التفات امجدیؔ چشتی صابری

ناشر

شعبۂ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف (ایودھیا)

نام کتاب : اے خاصۂ خاصانِ رسل

شاعر : خواجہ الطاف حسین حالی

تضمین نگار: ڈاکٹر سید شاہ التفات امجدی چشتی صابری

اشاعت اول: فروری ۲۰۲۶ء

کمپوزنگ : محمد شرافت حسین سعیدی

تعداد : (ایک ہزار) ۱۰۰۰

صفحات : ۴۰

ناشر : شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف، ضلع ایودھیا (فیض آباد)، یوپی، انڈیا۔

طباعت : نور پرنٹرس، لکھنؤ (9336628735)

ملنے کے پتے

(۱) جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف، ضلع ایودھیا (فیض آباد)، یوپی، انڈیا۔

(۲) چشتیہ بک ڈپو ردولی شریف (9935861149)

(۳) بزم تسلیہ وارث حسنیہ، بھیونڈی، مہاراشٹر (9822479664)

(۴) خانقاہ امجدیہ، سیوان بہار (9934497795)

(۵) خانقاہ احمدیہ، دائرہ حضرت شاہ ولایت حسین، الہ آباد (8707546168)

انتساب

عاشقِ رسول

حضرت **اویس قرنی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نام

کلماتِ تبریک

آفتابِ شریعت ماہتابِ طریقت مرشدِ اعظم ہند حضور شاہ عمار احمد احمدی المعروف نیر میاں

سجادہ نشین خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف

ڈاکٹر سید شاہ التفات امجدی، تعلیمی اعتبار سے ایک بی یو ایم ایس (B.U.M.S) ڈاکٹر ہیں اور بہار سرکار میں میڈیکل آفیسر کے عہدے پر فائز ہیں ۔ نیز اردو ادب میں بھی حذاقت، مہارت اور گہری بصیرت رکھتے ہیں۔ علمی ذوق، ادبی شغف اور فکری پختگی ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف ہیں۔ سلسلۂ چشتیہ صابریہ سے ان کا تعلق محض رسمی نہیں بلکہ عملی اور روحانی وابستگی کا مظہر ہے؛ وہ اس سلسلے کے ایک متحرک، فعال، خوش اخلاق اور خوش طبع فرد کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ تواضع وانکساری ان کی پہچان ہے، جبکہ تہذیب وشائستگی ان کے کردار کا روشن عنوان۔

موصوف خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ کی ذیلی خانقاہ "خانقاہ امجدیہ سیوان" کے ایک اہم، مشہور اور معروف رکن ہیں۔ ان کے آباء واجداد کے ذریعے خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ کا فیضان بہار و بنگال کے اطراف و اکناف میں پھیلا جو اس خانوادے کی روحانی خدمات کا زندہ ثبوت ہے۔ موصوف کے جدِ اعلیٰ حضرت سید تصدق علی امجدی (پروالے شاہ صاحب) کے پیر و مرشد اور منبع و بانی خانقاہ امجدیہ حضرت سید شاہ امجد علی چشتی صابری، حضرت قطب علی شاہ بنارسی علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

اس پورے خانوادے کو خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ سے خاص اور موروثی عقیدت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر سید التفات امجدی کے آباء واجداد اپنی اولاد کو یہ وصیت کرتے

چلے آئے ہیں کہ عرس حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف میں لازماً شرکت کی جائے خواہ اس کے لیے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ اس روایت کے جیتے جاگتے اور عملی ثبوت خود موصوف ہیں جو ہر سال عرس حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ میں بلا ناغہ شرکت کرتے ہیں اور یہاں منعقد ہونے والی دینی وروحانی تقاریب سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

سلسلۂ چشتیہ صابریہ اور اس کی ذیلی شاخوں کے حوالے سے موصوف کے متعدد تحقیقی وفکری مقالات ہندوستان کے نامور کتب، رسائل اور اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ بالخصوص ہمارے یہاں سے شائع ہونے والا سہ ماہی مجلہ "شیخ العالم" ان کی سنجیدہ اور وقیع تحریروں کا مستقل شاہد ہے، جہاں ان کے مضامین تسلسل کے ساتھ شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس مرتبہ عرس حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ" کے موقع پر شائع ہونے والے خصوصی شمارہ "فیضان حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ" میں ان کے تین مضامین شامل کیے گئے، جنہیں علما وفضلا نے نہایت پسند کیا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

تاہم ان تمام علمی وتحقیقی خدمات کے باوجود، موصوف کی اصل پہچان اور شناخت شعر وشاعری خصوصاً رباعیات اور تضمینات سے قائم ہے۔ اسلاف کرام اور بزرگان دین کے فارسی واردو کلام پر تحریر کردہ ان کی تضمینات پر مشتمل تصنیف "سروش غیب" اپنی مثال آپ ہے جس نے علما ومشائخ کے حلقوں میں غیر معمولی مقبولیت اور بھرپور پذیرائی حاصل کی ہے۔

ان کی تحریر کردہ متعدد تضمینات عرس حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ کے موقع پر منعقد ہونے والی محافل سماع میں پڑھی جاتی ہیں، جہاں سامعین انہیں نہایت ذوق وشوق اور عقیدت کے ساتھ سماعت کرتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور ومعروف شاعر مولانا الطاف حسین حالؔی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں استغاثہ کے پیرائے میں ایک نہایت روح پرور اور دل سوز کلام پیش کیا ہے جو" اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے" کے نام سے عالم ادب میں خاصی شہرت رکھتا ہے۔

اسی شہرۂ آفاق کلام پر ڈاکٹر التفات امجدی کی پیش کی گئی تضمین نے اس نظم کے حسن و تاثیر میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ یہ تضمین اپنی فکری گہرائی، فنی پختگی اور عقیدت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نشیں اظہار کے باعث متعدد معتبر رسائل و جرائد میں باضابطہ طور پر شائع ہو چکی ہے۔

تضمین کی ادبی اہمیت، معنوی افادیت اور اشعار کی دل آویزی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جامعہ چشتیہ خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ کے شعبۂ نشر و اشاعت نے اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کا باضابطہ ارادہ کیا ہے۔

میں اپنی جانب سے اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے تمام وابستگان کی طرف سے ڈاکٹر التفات صاحب کو اس عظیم ادبی و دینی کاوش پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس خدمت کو قبول عام فرمائے، اسے عوام و خواص میں مقبول بنائے۔ آمین۔

شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں

سجادہ نشین و متولی

خانقاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف

۱۸/رجب المرجب ۱۴۴۷ھ

۷/جنوری ۲۰۲۶ء

حرفِ چند

پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق
سجادہ نشین خانقاہ چشتیہ نظامیہ، شاہ ٹولی دانا پور پٹنہ (بہار)

تضمین عربی لفظ ''ضم'' سے مشتق ہے۔ فنِ شعر و سخن میں کسی شاعر کے مشہور مصرع یا شعر پر ایک، دو، تین یا چار مصرعوں کا اضافہ کر کے اسے ایک اکائی کر دینے کو تضمین کہتے ہیں۔ طرحی مشاعروں میں اکثر شعرا مصرعِ طرح پر مصرع اولیٰ لگا کے تضمین کا شعر کرتے ہیں۔

تضمین اردو شاعری کی ایک خوبصورت اور مقبول روایت رہی ہے۔ اس فن پر اکثر اہلِ علم اور ناقدوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً مولانا حامد حسن قادری، بابائے اردو مولوی عبدالحق، سراج منیر خاں سحر بھوپالی اور جاوید وششٹ وغیرہ۔ مشہور ادیب و دانشور ڈاکٹر شیخ عقیل احمد نے تو ایک وقیع اور اہم کتاب ہی بعنوان ''فن تضمین نگاری۔ تنقید و جائزہ'' شائع کی ہے اور اس فن پر مختلف گوشوں سے روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ناقدانہ دیدہ وری اور عالمانہ بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔

کسی معروف شعر پر تضمین سے شاعر کی جَودتِ طبع، مضمون آفرینی اور پروازِ فکر و خیال کا اندازہ ہوتا ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ ہر صاحبِ تضمین اپنی اختراعی کوشش میں قرار واقعی کامیاب ہو۔ یہاں کامیابی سے میری مراد اُن تقاضوں کا پورا ہونا ہے جو اس کے لئے لازم ہیں، یعنی کسی شعر پر اضافی مصرعے اصل شعر کے معنی و مطلب اور بیان کردہ مضمون کے لوازمِ فکری و تخیلی کی وضاحت وصراحت میں وسعت کا سبب ہوئے ہیں یا نہیں۔ تضمین میں اضافی مصرعوں کا اصل شعر سے معنوی

ربط و ہم آہنگی و تسلسل ہی مقصود ہے۔ حالانکہ مشہور نا قد گیان چند جین تضمین کے مصرعوں کو حشو وزائد قرار دیتے ہیں۔ وہ کسی مکمل شعر کی معنوی کھینچ تان کے قائل نہیں، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زبان کی لطافت، حُسنِ بیان کی طرفگی مثلث، مخمس اور مسدس تضمینوں کو موثر و دلچسپ کرتی ہے اور یہ محض فطری ذوق وطبع رسا کی دین ہے۔

المختصر تضمین نگاری ایک خوبصورت فن ہے۔ اگلے اساتذہ کے بیشتر دیوان اس سے خالی نہیں۔ پرانی تہذیب میں یہ ایک شاعر کا دوسرے شاعر کے لیے عقیدت و ارادت کا خراج اور اخلاص ومحبت کا اظہار ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ تضمین کے رواج اور مقبولیت میں مدوجزر ہوتا رہا جس میں شخصی نفسیات کا بھی بڑا دخل ہے۔ اب جہاں استادی وشاگردی کا ادبی وتہذیبی رشتہ ہی کمزور پڑ رہا ہے اور بہ زعم خود ذاتی تشخص ونمود پر ہی فخر وناز ہو وہاں ان باتوں پر مزید لکھنا کارِعبث ہے۔ علامہ اقبال کوتا زندگی داغ دہلوی کی شاگردی کا اعتراف رہا، نیز مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ ظہیر احسن شوق نیموی (بہاری) کے شاگرد ہونے پر نازاں رہے۔

فی الوقت میرے پیشِ نظر معروف نوجوان رباعی گو شاعر سید التفات امجدی کی تضمین کاوشوں کا ایک مسودہ ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی پانی پتی نے جب اپنا عظیم اصلاحی کارنامہ ''مسدس حالی'' مکمل کر لیا تو بطور ضمیمہ آخر میں ۶۳ شعر کی ایک نہایت موثر و دل گداز نظم بعنوان ''عرضِ حال بہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات'' کا اضافہ کیا۔

یہ عرض حال ایک عاشق رسول کے دردمند وحساس دل گرفتہ کی وہ صدا ہے جس نے افراد ملت کو حرارت زندگی بخشی اور جینے کا حوصلہ دیا۔ حالؔی کی نظم عرض حال اپنے مشہور مطلع سے معروف ہے ؎

اے خاصۂ خاصانِ رسول وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

شہرت وقبولیت نے بھی اس کے جلو میں رہنا باعثِ افتخار جانا۔

جناب التفات امجدی کا تعلق تصوف وطریقت والے ایک برگزیدہ خانوادے سے ہے۔خانقاہی ماحول میں ان کی پرورش و پرداخت ہوئی، جہاں دلِ بریاں وچشمِ گریاں کی امانت سونپی جاتی ہے۔التفات امجدی نے حالی کی پوری نظم پر مصرعے لگائے ہیں اور بشکل مخمس مکمل کیا ہے۔انھوں نے کوشش کی ہے کہ وہ حالی کے شعری نہاں خانوں میں جھانکیں اور اپنے تاثرات کو اچھے مصرعوں کی شکل دیں۔اس عمل میں وہ کہاں تک کامیاب ہیں اس کا اندازہ آپ خود فرمائیں۔

ان کے دو تین مخمسے مثالاً پیش کرتا ہوں:۔

آنکھیں جو ہیں وحشت زدہ، ڈر دل میں بسا ہے
ماحول جنوں خیز ہے، گرم اتنی ہوا ہے
حق یہ ہے کہ حق حلقۂ باطل میں گھرا ہے
"اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے"

رحمت کی گھٹا اُٹھی تھی ہر کوہ و دمن سے
کلمے کی صدا گونجی تھی دھرتی سے گگن سے
مسحور ہوئیں قومیں مرے شیریں سخن سے
"جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے"

جس دین نے تلقین کی یاں! صبر و رضا کی
جس دین نے تعلیم دی دنیا کو حیا کی
جس دین کے ہر پھول میں خوشبو تھی وفا کی
''جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی
وہ عرصۂ تیغِ جہلا و سفہا ہے''

جناب التفات امجدی نے اپنے اضافی مصرعوں اور مولانا حالیؔ کے اشعار میں معنوی ربط پیدا کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ رفتہ رفتہ وہ اپنی مشق وممارست سے اس فن کی اور بھی منزلیں طے کریں گے۔ اللہ کرے زورِقلم اور زیادہ۔

سہووخطاے بندہ چو گیرند اعتبار
معنیٔ عفوورحمت پروردگار چیست

سید شاہ طلحہ رضوی برق
سجادہ نشین
خانقاہ چشتیہ نظامیہ، شاہ ٹولی دانا پور پٹنہ (بہار)

تضمین برعرض حال۔ایک تبصرہ

سید عثمان وجاہت راولپنڈی (پاکستان)

مرزا غالب، نوح ناروی اور مولانا محمد حسین آزاد کی تربیت سے مستفید مولانا الطاف حسین حالی اردو ادب کے معروف ترین شاعر اور ادیب ہوئے۔ جدید اردو غزل کے بانیوں میں سے کہلائے جاتے ہیں۔ پانی پت میں 1837ء میں پیدا ہوئے اور وہیں 1914ء میں انتقال ہوا۔ شمس العلماء کہلائے، مزار حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے قریب واقع ہے۔ ''مسدسِ حالی'' بلاشبہ مولانا الطاف حسین حالی کا ایک ادبی کارنامہ ہے۔ اس میں موجود نظم ''عرض حال'' جس کی ابتدا اس معروف شعر سے ہوتی ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل میں پکارنا امت میں عام تھا اور خاص طور پر جب کہ انہیں کوئی اسباب میسر نہ ہوں، تاریخ میں کئی واقعات ملتے ہیں کہ جب کسی اندوہ ناک حادثے یا سانحے پر ''وامحمد'' کی صدا لگائی جاتی تھی۔ ''وامحمد'' عربی زبان میں یا محمد پکارنے جیسا ہے۔ اردو ادب میں اسی مزاج کے ساتھ مولانا حالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اپنا دُکھ سنایا اور درد بیان کیا۔ پورے ۶۳ /اشعار مسلمانوں کی حالت زار، اسلام کی زبوں حالی اور بااثر طبقے کی بے حسی وہ نااہلی کا رونا ہے۔ یہ ایک نوحہ ہے لیکن محض دکھ درد کا بیان نہیں، اس میں فکری اور تعمیری پہلو بھی عیاں ہے، وہی اس عرضِ حال کا خاصہ ہے۔

مکرمی التفات احمد امجدی جو قادر الکلام شاعر، سادہ دل اور حساس انسان ہیں۔ اسی لیے اپنے اسلاف سے فکری اور قلبی تعلق رکھتے ہیں۔ مشائخ اور استاد شعرا کے کلام پر برسوں سے تضمین کہہ رہے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ شاعر کے مزاج اور موضوع کو خوب سمجھتے ہیں اور خود کو اسی مزاج میں ڈھال کر، اُسی رنگ کے اشعار یا مصرعے شامل کرتے ہیں۔ شعر کا معنی مزید کھل جاتا ہے۔ قاری کا لطف بڑھ جاتا ہے۔

التفات صاحب نے اس سے پہلے حضرت امیر خسرو، مولانا عبدالرحمن جامی، حافظ شیرازی، علامہ اقبال، حضرت شاہ نیاز بریلوی اور دیگر کئی اکابرین کے کلام پر تضمین کہی اور اس میدان میں مقبولیت پائی۔

میں نے چاہا کہ مولانا حالی کے کلام پر تضمین میں سے چند عمدہ نمونے درج کروں لیکن سب ہی میں کمال دیکھا، غیر منتخب کلام کے ساتھ زیادتی ہوتی۔ اللہ کرے یہ تضمین مقبول ہو، مدارس کے نصاب کا حصہ بنے، اسکول اور کالج کے طلبہ اس کو مختلف اہم موقع پر پڑھیں۔ یہ تضمین جواب مخمس کی صورت میں ہے، اس کے دو بند بطور التجا درج کرتا ہوں۔

آنکھیں جو ہیں وحشت زدہ ڈر دل میں بسا ہے
ماحول جنوں خیز ہے، گرم اتنی ہوا ہے
حق یہ ہے کہ حق حلقۂ باطل میں گھرا ہے
''اے خاصۂ خاصانِ رسول وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

کہتے ہیں یہ رو رو کے غمِ وقت کے مارے
بے نور ہیں مدت سے مقدر کے ستارے

طوفان میں نظر آتے نہیں اب تو کنارے

''ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے

نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بُرا ہے''

اے اللہ اور اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نسبتوں کی لاج رکھنا، دردمند التفات امجدی کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمانا۔

سید عثمان وجاہت راولپنڈی (پاکستان)

۱۹ رجب المرجب ۱۴۴۷ھ

۸ جنوری ۲۰۲۶ء

تضمین بر نظم ''عرضِ حال'': ایک مطالعہ

انوارالہادی صدیقی
خانقاہ ہادیہ، امروہہ اتر پردیش

لفظ ''تضمین'' عربی زبان کے مادے 'ض م ن' (ضمن) سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں: ''شامل کرنا'' یا کسی چیز کو دوسری چیز کے اندر جگہ دینا۔ فن شاعری میں تضمین سے مراد ہے اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے مصرعے یا شعر پر مصرعے لگانا۔ یہ فن بے حد نازک ہے، کیونکہ کسی دوسرے شاعر کے شعر پر تضمین کرنا بہت مشکل کام ہے۔

اردو اور فارسی میں تضمین کی روایت بہت قدیم ہے۔ صوفیانہ رنگ میں حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی، حضرت علامہ اقبال، حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی وغیرہم، جیسے شعرا نے تضمین کے فن کو بہت بلندی عطا کی۔ تصوف کے دقیق مسائل اور معرفت کے رموز کو سمجھانے کے لیے صوفیا بھی بڑے صوفیا شعرا کے مستند مصرعوں کا سہارا لیتے رہے ہیں۔ وہ پہلے مصرعوں میں اپنی کیفیت بیان کرتے ہیں اور آخر میں ''سند'' کے طور پر کسی ولی اللہ کا شعر جوڑ دیتے ہیں اور تضمین کرتے ہوئے اکثر اپنے مرشد یا کسی بڑے بزرگ (مثلاً حضرت عبد الرحمن جامی، حضرت مولانا رومی، حضرت شیخ سعدی یا حضرت امیر خسرو علیہم الرحمۃ الرضوان) کے کلام سے حاصل ہونے والے روحانی فیض وعقیدت کا اظہار واعتراف کرتے ہیں۔ بلاشبہ، اب جب ذکر تضمین نگاری اور صوفیانہ فکر کا ہو تو موجودہ دور میں ڈاکٹر التفات امجدی صاحب کے نام کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا تعلق ایک نہایت ہی معزز روحانی اور صوفیانہ گھرانے سے ہے۔ وہ ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں جو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں۔ وہ ایک عمدہ طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عمدہ ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ انہوں نے فنِ شاعری کی اس مشکل صنف میں طبع آزمائی کرتے ہوئے حضرت امیر خسرو، حضرت مولانا جامی، حضرت حافظ شیرازی اور حضرت حکیم الامت علامہ اقبال علیہم الرحمہ جیسے عظیم اکابرین کے کلام پر گرہ لگائی ہے۔ ان کی لکھی ہوئی منقبتیں، غزلیں اور بالخصوص کلام پر ان کی تضمین نگاری برصغیر کی معروف خانقاہوں میں ذوق وشوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہیں اور روحانی محافل کی رونق بڑھاتی ہیں۔

فی الوقت میرے پیش نظر ڈاکٹر صاحب کی تضمینی کاوشوں کا ایک ایسا ہی قیمتی جوہر ہے، جو خواجہ الطاف حسین حالؔی کی شہرۂ آفاق تصنیف مدّ و جزر اسلام (مسدس حالؔی) کے اختتامی حصے میں شامل 63/اشعار پر مشتمل نظم ''عرضِ حال''، جس میں حالؔی نے اپنی زبوں حالی اور ملتِ اسلامیہ کے درد وکرب کو نہایت رقت آمیز، مؤثر اور دل نشیں اسلوب میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا ہے اور اس پر ڈاکٹر التفات امجدی صاحب نے جس مہارت سے حالی کے مصرعوں پر طبع آزمائی کی، وہ قابلِ ستائش ہے۔ انہوں نے اسی عرضِ حال کو بنیاد بنا کر مخمس کی صورت میں جو تضمین رقم کی، وہ ان کی فنی بصیرت اور غیر معمولی صلاحیتوں کا واضح ثبوت ہے۔ یہ مجموعہ ''تضمین بر عرضِ حال'' دراصل حالؔی کی اسی قلبی تڑپ اور ملی درد کا تسلسل ہے جس کی بنیاد خواجہ الطاف حسین حالؔی نے رکھی تھی، مگر ڈاکٹر صاحب نے اسے اپنے مخصوص صوفیانہ رنگ اور جدید فکری تقاضوں سے اس کو ہم آہنگ کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اس تضمین کلام میں ویسے تو ہر بند ہی کمال ہے لیکن احقر نے دو خاص بند منتخب کیے ہیں جو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تصوف کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں، جن پر مختصر تبصرہ درج ذیل ہے:

بنداول:

تھے پُرکشش اعمال جو کردار تھا اچھا
تھا فرش سے تا عرش مرے دین کا شہرا
اور شرق سے تا غرب اک اسلام کا چرچا
''جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے''

اس بند میں التفات امجدی صاحب نے ہمیں یہ احساس دلانے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہماری اصل طاقت ''اعمال اور کردار'' میں تھی اور درحقیقت یہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔صوفیاے کرام نے خانقاہوں کی بنیاد اسی اہم مقصد کے تحت ڈالی تھی جہاں کردار یعنی (ظاہر و باطن) پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا۔تصوف کی رو سے ''کردار'' ہی انسان کی اصل پہچان ہے۔اس بند میں اشارہ ہے کہ جب مسلمانوں کے دل اخلاق حسنہ، پاک باطن اور ذکرِ الٰہی سے منور تھے،تو ان کے اعمال میں ایسی کشش تھی کہ دنیا ان کی طرف کھچی چلی آتی تھی۔صوفیا کے نزدیک اسلام کی اشاعت تلوار سے زیادہ اخلاق حسنہ سے ہوئی ،عطاے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نائب رسول اللہ فی الہند حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری قدس سرہ نے ہندوستان میں تبلیغ دین کے لیے کوئی ہتھیار کا سہارا نہ لیا بلکہ درحقیقت اُسی ''اخلاق حسنہ اور محبت کا پیغام دیا'' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے اہم تعلیمات میں سے ہیں۔اور یہی وجہ تھی کہ قیصر وکسریٰ جیسی مادی طاقتیں اس روحانی پیغام کے سامنے ہیبت زدہ تھیں،موجودہ دور کے مسلمانوں کی حالت پر دکھ کا اظہار ہے کہ جس دین کے ماننے والے کبھی ''بادشاہ گر'' تھے، آج وہ روحانیت اور مادیت دونوں میں پسماندہ ہو چکے ہیں۔اگر اسلام دنیا میں ظاہری طور پر کمزور نظر آتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے وہ ''پرکشش اعمال'' چھوڑ دیے ہیں جن کا اشارہ ان اشعار میں ہے۔

بند دوم:

نادار کے احساس کو ہی جانا نہ سمجھا
ہر سنگِ ستم سینۂ آئینہ پہ مارا
جن لوگوں نے دل اہل محبت کا دُکھایا
''صدمہ درِ دنداں کو ترے جن سے کہ پہنچا
کی ان کے لئے تو نے بھلائی کی دعا ہے''

اس بند میں التفات امجدی صاحب نے درحقیقت انسانوں کے اُس رویے کی نشاندہی کی ہے جو عام طور پر دنیاوالے''اہلِ محبت'' (عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبے ہوئے لوگوں) کے ساتھ رکھتے ہیں۔دنیادارلوگ اللہ والوں کی سادگی اور فقیری کونہیں پہچان پاتے اوران کے آئینہ جیسے صاف دل پر دکھ اور تکلیف کے پتھر مارتے ہیں،لیکن اہل اللہ ان پتھروں کے بدلے میں بھی صرف محبت بانٹتے ہیں اور ان کے بچھائے کانٹوں کے بدلے پھول بچھاتے ہیں اور یہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ ہم ان کی سیرت طیبہ کو اپنی زندگی میں اپنائیں۔جیسا کہ ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سب سے مشکل لمحے جیسے غزوۂ احد میں دندانِ مبارک کی شہادت کا ذکر ہے کہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی شدید تکلیف پہنچائی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بددعا کے بجائے بھلائی اور ہدایت کی دعا فرمائی۔درحقیقت سچی بندگی اور عشق یہ ہے کہ جب دنیا آپ کو پتھر مارے تو آپ کا دل ان کے لیے دعا بن کر دھڑکے، بالکل ویسے ہی جیسے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے لیے بھی بھلائی مانگی۔

المختصر یہ کہ ڈاکٹر التفات امجدی صاحب نے مولانا حالی کے اشعار پر جو تضمین رقم کی ہے اور گرہیں لگائی ہیں، وہ درحقیقت اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ ہماری پریشانیوں کا حل صرف اور صرف

کردار کی بلندی اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہے اور اس کردار کو بنانے اور ڈھالنے کا اہم فریضہ انجام دینے والے حقیقتاً وہ اکابرین وصوفیاے کرام ہی ہیں جنھوں نے خانقاہیں قائم کیں اور عملی طور پر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت نبوی پر نہ صرف عمل کیا بلکہ لوگوں کو بھی حق کا راستہ دکھایا۔ جب تک ہم دوسروں کے لیے خیر اور بھلائی کا ذریعہ بنے رہے، دنیا ہمارے قدموں میں تھی اور جب ہم نے اپنی اخلاقی قدریں کھودیں، تو ہم دردر کے محتاج ہو گئے۔

اللہ رب العزت سے یہ دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ڈاکٹر التفات امجدی صاحب کی اس دردمندانہ ومخلصانہ التجا اور اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کا بہترین اجر نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

انوارالہادی صدیقی
خانقاہ ہادیہ، امروہہ اتر پردیش
۲۰ ررجب المرجب ۱۴۴۷ھ

آنکھیں جو ہیں وحشت زدہ، ڈر دل میں بسا ہے
ماحول جنوں خیز ہے، گرم اتنی ہوا ہے
حق یہ ہے کہ حق حلقۂ باطل میں گھرا ہے
”اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
امّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے“

رحمت کی گھٹا اُٹھّی تھی ہر کوہ و دمن سے
کلمے کی صدا گونجی تھی دھرتی سے گگن سے
مسحور ہوئیں قومیں مرے شیریں سخن سے
”جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے“

تھے پُرکشش اعمال جو کردار تھا اچھا
تھا فرش سے تا عرش مرے دین کا شہرا
اور شرق سے تا غرب اک اسلام کا چرچا
"جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے"

روشن تھی نگاہوں میں اک اک آیتِ قرآں
قربان تھا قرآن کی عظمت پہ مسلماں
اسلام پہ نازاں تھا ہر اک صاحبِ ایماں
"وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دِیا ہے"

کرتا رہا اسلام سبھی مشکلیں آساں
عابد کی عبادت بھی تھی فردوس بداماں
محفوظ تھا روشن تھا ہر اک شخص کا ایماں
"جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے"

ہونٹوں پہ مچلتے تھے وہ مذہب کے ترانے
آیا تھا جو انسان کو انسان بنانے
دامن میں لیے نعمت و رحمت کے خزانے
”جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے“

جس دین نے ایماں کے دیے دل میں جلائے
جس دین نے پھیلائے کڑی دھوپ میں سائے
جس دین نے نفرت کے سبھی نقش مٹائے
”جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے“

دن رات رہِ راست پہ جو محوِ سفر تھا
دیندار وہ دنیا کے لئے امن کا گھر تھا
بے لوث کی خدمت کا زمانے پہ اثر تھا
”جو دین کہ ہمدرد بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے“

معراجِ شریعت بھی تھی ایماں کی ادا تھی
آوازِ صداقت بھی تھی رحمت کی فضا بھی
فرمانِ محمدؐ بھی تھا فرمانِ خدا بھی
''جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی، نہ غنا ہے''

جس دین نے تلقین کی یاں! صبر و رضا کی
جس دین نے تعلیم دی دنیا کو حیا کی
جس دین کے ہر پھول میں خوشبو تھی وفا کی
''جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی
وہ عرصۂ تیغِ جہلا و سفہا ہے''

اندازِ نصیحت سے سب ادیان تھے مغلوب
گفتار کی شوکت سے سب ادیان تھے مغلوب
کردار کی عظمت سے سب ادیان تھے مغلوب
''جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے''

تھا حق کا طلب گار تو باطل کا منافی
توحیدِ اُمم کے لئے دنیا میں تھا کافی
ہر ایک مرض کے لئے جو دین تھا شافی
”ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے“

جو فکر خطیبوں کی ہے وہ فکر ہے الجھی
اندازِ بیاں تلخ ہے تقریر میں سختی
لہجے میں نظر آتی نہیں علم کی نرمی
”عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے“

نے فکر ہے فردا کی نہ ہے کچھ غمِ امروز
نے انجمن پند، نہ بزمِ سبق آموز
واں خوف کا ماحول ہے یاں حسرتِ دل سوز
”یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز
یہ مجلسِ اعیاں ہے وہ بزمِ شرفا ہے“

بچوں کو سبق کون دے نخوت ہے بڑوں میں
شیخی ہے، تکبّر ہے رعونت ہے بڑوں میں
کردار ہے شفّاف نہ سیرت ہے بڑوں میں
"چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے"

شیرینی زبانوں میں نہ باتوں میں اثر ہے
محروم نئے دور میں خوبی سے بشر ہے
مثلِ صدفِ چاک کہاں اس میں گہر ہے
"دولت ہے نہ عزّت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے"

بے علم کا چہرہ نظر آتا ہے سدا فق
گو علم و ہنر سیکھنا ہر شخص کا ہے حق
گردانتے ہیں خود کو معلّم ہی یہ احمق
"ہے دین کی دولت سے بہا، علم سے رونق
بے دولت و علم اس میں نہ رونق نہ بہا ہے"

ہے علم کی پونجی سے ہی انسان تونگر
آتا ہے نظر علم سے رخسار منوّر
کمتر کو بھی تعلیم بنا دیتی ہے برتر
"شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے"

چِھن جاتی ہے جس قوم سے ایمان کی دولت
اور لوگوں کے دل میں کرے گھر بغض و عداوت
اوجھل ہو نگاہوں سے جب اسلاف کی عظمت
"جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے"

ذہنوں میں جلا ہے نہ دلوں میں ہے صفائی
اچھائی ہے معدوم تو ظاہر ہے بُرائی
مِل جل کے نہیں رہتے ہیں اب بھائی سے بھائی
"گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے"

ایمان کا ہر کام بھی مٹ جائے نہ آخر
تعمیر کا پیغام بھی مٹ جائے نہ آخر
اور شوکتِ اسلام بھی مٹ جائے نہ آخر
''ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اے دورِ زماں میٹ رہا ہے''

کردار بھی مفقود ہے سیرت بھی ہے پامال
اب یاد نہیں لوگوں کو اسلاف کے اعمال
اسلام نظر آتا ہے اس دور میں بے حال
''جس قصر کا تھا سر بہ فلک گنبد اقبال
ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے''

تھے آشنا ساحل سے نہ منجدھار سے ہشیار
بربادیِ ملت کے نظر آئے نہ آثار
غفلت کے حسیں خواب میں سوئے تھے نگہہ دار
''بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار
جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے''

تھا پھیل گیا چار سو قرآن کا پیغام
ہر سمت تھا انوارِ محمدؐ کا کرم عام
روشن تھی ہر اک صبح تو پرنور تھی ہر شام
''وہ روشنئ بام و درِ کشورِ اسلام
یاد آج تلک جس کی زمانے کو ضیا ہے''

کیوں بڑھتا نہیں حق کی طرف کوئی دماغ آج
شاہین کے بچّے ہوئے ہیں کرگس وزاغ آج
کیوں پھول کے موسم میں بھی بے رنگ ہے باغ آج
''روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج
بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے''

نفرت نہ دلوں میں تھی نہ احساسِ من و تو
وادی میں تھے آمادۂ رَم دین کے آہو
آتی تھی بیاباں سے بھی ایمان کی خوشبو
''عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو
اس قوم کا اک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے''

تخریب کا سودا نظر آتا ہے سروں میں
جینے کا بھی احساس نہیں راہ بروں میں
پرواز کی قوت ہی نہیں ان کے پروں میں
"چاؤش تھے للکارتے جن رہ گذروں میں
دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے"

جس قوم کے جذبات میں ایماں کی چمک تھی
پاکیزگیٔ عزم کی چہرے پہ دمک تھی
حق گوئی کے پھولوں میں تقدس کی مہک تھی
"وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کی اب رو بہ قضا ہے"

تعظیم جو ہر حال میں کرتی تھی حرم کی
جس نے نہ جبیں سامنے اشرار کے خم کی
لَو شمع محبت کی حوادث میں نہ کم کی
"جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حَکَم کی
اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے"

میں کیسے کہوں ہوتے ہیں محسوس وہ کیا کیا
ممکن نہیں الفاظ میں احساس کو لانا
بس اس سے زیادہ انھیں میں نے نہیں سمجھا
''کھوج ان کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا
گم دشت میں ایک قافلہ بے طبل و درا ہے''

حق بات زباں پر کوئی لائے نہیں بنتی
اسلاف کی جاگیر بچائے نہیں بنتی
غفلت میں ہے یہ قوم جگائے نہیں بنتی
''بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے''

تھی رات محبت سے بھری دن تھے وفا کے
آتے نہ تھے جھونکے کبھی مغرور ہوا کے
ہو جائے نہ لائق یہ مرا جسم سزا کے
''تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے
اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے''

آتی ہی نہیں یاد اسے منزلِ لاہوت
کردار سیہ دیکھ کے ہر شخص ہے مبہوت
ہے سر پہ سوار اب ہوس و حرص کا اک بھوت
"جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے"

احباب نے بھی پھیر لی ہے چشمِ عنایت
ہے زلفِ پریشان کے مانند یہ قسمت
اس سمت تو اب بھول کے آتی نہیں راحت
"دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے"

تقریر سے ظاہر ہے عجب ترشی زباں کی
کچھ اور ہی ہوتی ہے ادا پیرِ مغاں کی
حالت ہے کہاں اچھی مرے دل کے جہاں کی
"کی زیب بدن سب نے ہی پوشاک کتاں کی
اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے"

گلشن میں نظر آتا نہیں رنگِ بہاراں
کیوں حال زبوں پر نہ خزاں ہو مرے گریاں
انسان کے خوں کا ہی پیاسا ہوا انساں
''درکار ہیں یاں معرکے میں جوشن و خفتاں
اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے''

احساس بھی زخمی ہے تحمل بھی ہے گھائل
کیا سوئے سفر ذہن مسافر کا ہو مائل
منزل پہ پہنچنے کا ہوا جذبہ ہی زائل
''دریائے پُرآشوب ہے اک راہ میں حائل
اور بیٹھ کر گھڑناؤ پہ یاں قصدِ شنا ہے''

اک جام نہیں دیتا کوئی پیرِ مغاں مفت
بے زر کے کوئی چیز بھی ملتی ہے کہاں مفت
کیسے کوئی دے سکتا ہے کھانا بھی وہاں مفت
''ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت
واں قافلہ سب گھر سے تہی دست چلا ہے''

صدیاں یوں ہی گزریں کئی گزرے ہیں زمانے
دن رات سبھی دیکھتے ہیں خواب سہانے
وہ دور ہے باقی نہ وہ باقی ہیں ٹھکانے
"یاں نکلے ہیں سودے کو درم لے کے پرانے
اور سکّہ رواں شہر میں مدّت سے نیا ہے"

ہر گام پہ اب صرف تباہی کے ہیں ساماں
سیلاب کی زد سے یہاں بچنا نہیں آساں
اس سمت بڑھے آتے ہیں آلام کے طوفاں
"فریاد ہے اے کشتیٔ امّت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے"

کب تک سہیں زحمت بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ
اک چشمِ عنایت بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ
چمکا دے تو قسمت بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ
"اے چشمۂ رحمت بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے"

اندازِ ستم اہلِ جہاں نے یہ دکھایا
معیار تمدن کا بہر طور گرایا
تخریب کے ہاتھوں سے گلا حق کا دبایا
"جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا
جب تو نے کیا، نیک سلوک اس سے کیا ہے"

نادار کے احساس کو ہی جانا نہ سمجھا
ہر سنگِ ستم سینۂ آئینہ پہ مارا
جن لوگوں نے دل اہل محبت کا دُکھایا
"صدمہ درِ دنداں کو ترے جن سے کہ پہنچا
کی ان کے لئے تو نے بھلائی کی دعا ہے"

ہر بات سنی تو نے مصیبت کی، دکھوں کی
امداد کی ہر حال میں آلام زدوں کی
دیوار بھی گرنے نہ دی مفلس کے گھروں کی
"کی تو نے خطا عفو ہے ان کینہ کشوں کی
کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے"

بخشا دلِ غم دیدہ کے ہونٹوں کو تبسّم
اور اہلِ جفا کو مئے الفت کا دیا خُم
کام آیا مصیبت میں ترا شیریں تکلّم
"سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحّم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے"

جن لوگوں کے دل کی تھی خوشی ہار میں تیری
تھی جن کے سبب ناؤ بھی منجدھار میں تیری
کرتے تھے جو بے حُرمتی بازار میں تیری
"جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول انھیں سے تری پھر مدح و ثنا ہے"

انداز نظر آتے ہیں بدلے ہوئے تیرے
تعبیر سے محروم رہیں گے مرے سپنے
رہ جائیں گے ذہنوں میں ہی تعمیر کے خاکے
"برتاؤ ترے جب کہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے"

پھر آئے صدا امّتِ مرحوم کے حق میں
بن جائے فضا امّتِ مرحوم کے حق میں
اے راہنما امّتِ مرحوم کے حق میں
"کر حق سے دعا امّتِ مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے"

ظالم ہے اگر کوئی یہاں تو کوئی محسن
ہو سب کا مزاج ایک یہ کیسے ہو ممکن؟
بیشک تری مخلوق ہے ہر اِنس ہر اک جن
"امّت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے"

ایماں کی طرف ہوتے ہیں رحمت کے اشارے
مل جاتے ہیں کشتی کو تحفّظ کے سہارے
پتوار نظر آتے ہیں سیلاب کے دھارے
"ایماں جسے کہتے ہیں عقیدے ہیں ہمارے
وہ تیری محبت تری عترت کی ولا ہے"

اعزاز رسائی ہی ترا شام و سحر کام
میں چاروں طرف بدعملی سے ہوا بدنام
آنے لگے سر پہ مرے الزام پہ الزام
''ہر چپقلشِ دہر مخالف میں ترا نام
ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے''

آتے ہی یہاں جاتی ہے چہرے سے اداسی
بخشش کے لئے آتے ہیں ہر سمت سے عاصی
جھکتی ہے ترے در پہ جبیں صبح و مسا کی
''جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اڑتی
وہ خاک ہمارے لئے داروئے شفا ہے''

ہر گھر ہوا پیغامِ رسالت سے مشرف
ہر قلب ہوا نورِ ہدایت سے مشرف
ہر باغ تمنّا تری رحمت سے مشرف
''جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف
اب تک وہی قبلہ تری امّت کا رہا ہے''

یثرِب کی بڑھی ''طیبہ'' سے آفاق میں عظمت
جس پاک زمیں پر ہوئی سرکار کی رحلت
سرمہ اسی مٹی کو سمجھتی ہے یہ امّت
''جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت
کعبے سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے''

ہے جذبہ مرے عشق و عقیدت کا جو گہرا
اللہ کرے اور اسے مضبوط و توانا
یا رب نہ ہو دل میں کبھی یہ رغبتِ دنیا
''کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے''

کہتے ہیں یہ رو رو کے غمِ وقت کے مارے
بے نور ہیں مدت سے مقدر کے ستارے
طوفاں میں نظر آتے نہیں اب تو کنارے
''ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بُرا ہے''

کیوں ٹھنڈا ہوا جاتا ہے اسلام کا جذبہ
ہے ذہن کشادہ نہ یہ دل اپنا کشادہ
محکم ہی نہیں دیں کے لئے عزم و ارادہ
"گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ
اخبار میں "**الطّالح لی**" ہم نے سنا ہے"

زنجیر بھی کٹنے کی ہمارے نہیں کوئی
تصویر بدلنے کی ہمارے نہیں کوئی
تقدیر سنورنے کی ہمارے نہیں کوئی
"تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے"

سچ پوچھئے دولت نہ تو شہرت کے ہیں خواہاں
آسائش و آرام نہ راحت کے ہیں خواہاں
نے تخت کے نے تاج و امارت کے ہیں خواہاں
"خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزّت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزّت کی سدا ہے"

کچھ نفع نہیں عزت و رفعت سے ہماری
ایمان کی نصرت نہیں شہرت سے ہماری
نقصان نہیں کچھ بھی ذلالت سے ہماری
"گر دین کو جوکھوں نہیں ذلّت سے ہماری
امّت تری ہر حال میں راضی بہ رضا ہے"

کردار کو اخلاق و تصوف سے سنواریں
اجداد کے اقوال کو سینے میں اتاریں
افسردہ سے چہروں کو تقدس سے نکھاریں
"عزّت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلّت میں مزا ہے"

اے امجدیؔ کہنا ہے تجھے بات یہ سب سے
دامانِ محبت کو بچا عیش و طرب سے
ڈر شام و سحر خالقِ عالم کے غضب سے
"ہاں حالیؔ گستاخ نہ بڑھ حدِّ ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے"

تو نے یہ کہاں سوچا کبھی، کیا ہے مناسب
کیوں چھینے گئے تجھ سے ترے سارے مراتب
کیوں حرص و ہوس ذہن پہ تیرے ہوئی غالب
”ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبشِ لب خارج از آہنگِ خطا ہے“

✿✿✿

جامعہ چشتیہ کی چند اہم مطبوعات

